اکرام اللہ ساجد

خبر واحد حجت شرعیہ ہے

اس کو حجت تسلیم نہ کرنے والے حدیث رسول کے ہی قائل نہیں!

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں "المعہد العالی للشریعۃ والقضاء" کے شرکاء سے

مدیر ترجمان کا ایک نادر علمی خطاب

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں "المعہد العالی للشریعۃ والقضاء" کے زیرِ اہتمام ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ (بمطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۲ء) بروز بدھ اسلامی حدود و تعزیرات کے سلسلہ میں "کتاب و سنت کا باہمی ربط" کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں مدیر ترجمان جناب علامہ احسان الٰہی ظہیر کے علاوہ پروفیسر قاضی مقبول احمد، مولانا عبدالسلام کیلانی اور مدیر جامعہ لاہور الاسلامیہ جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے بھی خطاب فرمایا۔ حاضرین میں معہد کے شرکاء کے علاوہ مہمان اساتذہ میں سے ریٹائرڈ جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس، اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ، پروفیسر محمد سلیم، پروفیسر عظمت، پروفیسر فاروق اختر نجیب اور ڈاکٹر اسرار احمد بھی تشریف لائے تھے، جبکہ علمی ذوق رکھنے والے متعدد اصحاب بھی اس موقع پر موجود تھے۔

یہ خطابات چونکہ نہایت علمی تھے، لہٰذا قارئین کے استفادہ کے لئے علامہ صاحب کے خطاب کے علاوہ دیگر خطابات کی بھی مفصل رپورٹ "ترجمان الحدیث" کے صفحات میں بشکریہ "محدث" شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

علامہ احسان الٰہی ظہیر:

علامہ صاحب نے محدثین کی ایک اصطلاح "خبر واحد" کی حجیت پر تقریباً سوا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ انہوں نے سب سے پہلے خبر متواتر اور خبر واحد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خبر متواتر

اس حدیثِ رسولؐ کو کہتے ہیں کہ جس کو بہت زیادہ رواۃ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو۔ پھر ان رواۃ سے آگے اخذ کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا جائے، حتیٰ کہ یہ کسی مسلّمہ اور مستند کتاب میں محفوظ ہو جائے یا دوسرے الفاظ میں اس روایت کو بیان کرنے والے ہر دور میں تعداد میں اتنے زیادہ ہوں اور اتنے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں کہ ان کا کسی غلط بات پر جمع ہو جانا مشکل ہو اور عرفِ عام میں ان کے بارے میں یہ وہم وگمان بھی نہ کیا جا سکے کہ انہوں نے باہم مل کر، متحد ہو کر اسے اپنی طرف سے ایجاد کر لیا ہے ——— نیز یہ کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد کسی کے نزدیک صرف ایک ہے، کسی کے نزدیک چار، اور کسی کے نزدیک چھ یا آٹھ ہے ——— لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

علامہ صاحب نے بتایا کہ خبرِ متواتر کی تعریف بیان کرنے سے ان کا مقصود یہ ہے کہ خبرِ واحد کی تعریف واضح ہو کر سامنے آجائے۔ پس خبرِ واحد کی تعریف یہ ہے کہ اس کے راوی ایک، دو یا تین بھی ہوں لیکن خبرِ متواتر کی مذکورہ تعریف کا اس پر اطلاق نہ ہو سکتا ہو یا زیادہ واضح الفاظ میں خبرِ واحد وُہ ہے جو خبرِ متواتر نہ ہو ——— اور جب یہ بات مسلّمہ ہے کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وتقریرات کا پُورا ذخیرہ ان چند احادیثِ متواترہ کو چھوڑ کر باقی سب کا سب اخبارِ احاد پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ نہیں کہ خبرِ واحد حجت ہے یا نہیں، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حدیثِ رسولؐ حجّت ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس بحث میں پڑتا ہے کہ خبرِ واحد حجت ہے یا نہیں تو وُہ اس اصولی بحث میں نہیں پڑتا کہ خبرِ واحد کیا ہے اور خبرِ متواتر کیا؛ بلکہ اس کا اصل مقصود اور مطمحِ نظر یہ ہے کہ وُہ حجیتِ حدیث ہی کا انکار کرے اور لوگوں سے یہ منوائے کہ اصل اصول اسلام میں صرف قرآن ہے اور دوسری کوئی بات حجت نہیں، اس لیے کہ خبرِ واحد کا انکار حدیث کی ایک مخصوص قسم کا انکار نہیں بلکہ بنیادی طور پر آپؐ کی ساری سنت ہی کا انکار ہے!

علامہ صاحب نے فرمایا؛

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی روشنی میں حدیثِ رسولؐ کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ ——— اس سلسلہ میں آپ نے قرآنِ مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا اور ثابت

کیا کہ جس طرح قرآن کریم حجت ہے اسی طرح فرمانِ رسولؐ بھی حجت ہے —— مثلاً :

- مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔
- مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔
- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔
- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۔ وغیرہ۔

انہوں نے فرمایا :

اگر دُنیا میں فرمانِ رسولؐ موجود نہیں تو حجیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر یہ موجود ہے اور یقیناً ہے تو یہ حجت ہے —— اور اگر یہ کہا جائے کہ حجت صرف اخبارِ متواترہ ہیں تو ان کی تعداد چند ایک ہے اور باقی سب اخبارِ احاد، جن کو اگر حجت تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم نے سرے سے حدیثِ رسولؐ ہی کو حجت تسلیم نہیں کیا —— تو اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ وعید ہمارے پیشِ نظر ضرور رہنی چاہیے :

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ"

کہ "ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور (اس سے منحرف ہو کر) اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"

واقعاتی طور پر علامہ صاحب نے خبرِ واحد کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۹ ہجری میں صدیق اکبرؓ کو مناسکِ حج سکھلا کر اور امامِ حج بنا کر بھیجا اور آپؓ تنہا آپؐ کے فرامین لے کر کعبۃ اللہ، منیٰ اور عرفات میں حاضر ہوئے، لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ آپ تنہا ہیں، لہٰذا ہم آپ کے بتائے ہوئے مناسک کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعد میں آپؐ نے حضرت علیؓ کو سورۃ توبہ کی آیات دے کر صدیق اکبرؓ کے پاس بھیجا تو حضرت علیؓ بھی تنہا ہی تھے جو پیغام لے کر گئے۔ اسی طرح معاذ ابن جبلؓ تنہا اسلام کے اصول لے کر یمن گئے۔ بحرین کے وفد کے ساتھ آپؐ نے سعیدؓ بن

العاص کو تن تنہا اصولِ اسلام کی تعلیمات دینے کی غرض سے روانہ فرمایا ——— حتیٰ کہ تحویل قبلہ کے حکم کے نزول کے بعد ایک صحابی رسول ؓ نے ظہر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے ادا کی ——— بعد میں وُہ اپنی بستی کی مسجد میں پہنچے، نماز شروع ہو چکی تھی اور چونکہ تحویلِ قبلہ کی خبر ابھی ان لوگوں تک نہ پہنچ سکی تھی، وُہ ہنوز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، اس صحابیٔ رسول ؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازِ ظہر بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے ادا کی ہے، تو ان لوگوں نے سلام پھیر کر تحقیق کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ یہ سمجھتے ہُوئے کہ اس صحابی رسول ؓ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، نماز ہی میں اپنا رُخ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف کر لیا ——— اور یہ واقعہ خبرِ واحد کی حجیّت پر زبردست دلیل ہے۔

اسی طرح جنگِ خیبر کے موقع پر صحابہ کرام ؓ نے اکیلے حضرت طلحہ ؓ کے مطلع کرنے پر کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت کو حرام کر دیا ہے" اس گوشت کی پکی ہوئی ہنڈیاں تک الٹ دیں، گو صحابہ کرام ؓ بہت زیادہ بھوکے تھے لیکن اٹھائے ہُوئے لقمے بھی پھینک دیے ——— بلاشبہ صحابہ کرام ؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم سُن لینے کے بعد کچھ چون و چرا کی گنجائش نہ پاتے تھے ——— اور یہاں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خبرِ واحد یا متواتر کی حجیّت کو زیرِ بحث نہیں بنایا۔

انہوں نے اس سلسلہ میں مزید فرمایا:

حضرت ابوہریرہ ؓ نے بابِ مدینہ میں (یا ایک روایت میں بابِ مسجد نبوی میں) کھڑے ہو کر آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب حرام قرار دے دی ہے تو لوگوں نے یہ اعلان سنتے ہی شراب کے مٹکے توڑ دیے ——— ایک صحابی رسول ؓ نے شراب کے جام کو توڑ دینا چاہا تو ایک دوسرے صاحبِ رسول ؓ نے فرمایا، اسے نہ توڑیئے، آپ ؐ نے یہ تو حرام قرار نہیں دیے' یہ دودھ یا پانی وغیرہ پینے کے کام آسکتے ہیں، تو ان صاحب نے فرمایا، جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام بتلا دیا ہے، ہم اس کی یادگار کو بھی باقی نہیں رکھنا چاہتے ——— یہاں بھی حضرت ابوہریرہ ؓ پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ شراب کی حرمت کی خبر دینے والے آپ تنہا آدمی ہیں!

علامہ صاحب نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ:

خبرِ واحد حجت نہ ہو تو سنّتِ رسول کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی، اور درحقیقت خبرِ واحد کے حجت نہ ہونے کی آڑ لے کر سنّتِ رسول ہی سے انکار کیا جا رہا ہے۔

—— خبرِ واحد کے ساتھ عمومِ قرآن کی تخصیص ہو سکتی ہے یا نہیں؟ —— اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے فرمایا کہ

لوگوں کو مسئلہ رجم کے سلسلہ میں بھی یہی اشکال ہے اور یہاں میں نے بڑے بڑے بزرجمہروں کو ٹھوکر کھاتے دیکھا ہے —— تعجب ہے لوگ اپنی عقلوں کو تو قرآن کے مقابلے میں حجت سمجھتے ہیں لیکن جس پر قرآن اترا ہے، اس کی حدیث و فراست کو قرآن کے مقابلے میں حجت تسلیم نہیں کرتے!

علامہ صاحب نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کے بغیر عربوں کو عرب ہونے کے باوجود "حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" اور "ظلم" کا مفہوم تک سمجھ میں نہ آسکا۔ چنانچہ جب یہ آیت اتری:

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ —— الآیۃ"!

تو صحابہ کرامؓ نہایت پریشان ہوئے اور آپؐ سے پوچھا کہ چھوٹے موٹے ظلم سے تو ہم میں سے شاید ہی کوئی بچا ہو، تو پھر ہماری نجات کا حال کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ "یہاں ظلم سے مراد شرک ہے!"

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ"!

کہ "ہم نے قرآن مجید کو آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو بیان کریں۔"

اللہ تعالیٰ چاہتے تو قرآنِ مجید کو کوہِ صفا پر اتار سکتے تھے، غارِ حرا میں قرآنِ مجید اتر سکتا تھا، کعبہ کی چھت یا صحن کو اس سے آراستہ کیا جا سکتا تھا، بیت المقدس کو اس سے سجایا جا سکتا تھا۔ لیکن آپؐ ہی پر اس کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اسے ہمارے سامنے بیان کریں، کہ جب تک آپؐ نہ بتائیں، قرآن کا بیان ہماری سمجھ میں آہی نہیں سکتا —— اور یہ کہ ہمیں اس شخصیت کی بہرحال ضرورت ہے جس کے سینے کو خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید کا نشیمن بنایا ہے!

قرآن مجید اور فرمانِ رسول ؐ کے مصادر و مآخذ الگ الگ ہوں تو حدیث رسول ؐ کے حجیت ہونے یا نہ ہونے کی بات زیرِ بحث آسکتی ہے، لیکن جہاں سے قرآن آیا ہے وہیں سے فرمانِ مصطفےٰ ؐ بھی آیا ہے؛

" وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى !"

امتِ مسلمہ کے نزدیک کتاب وسنت دونوں وحی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک وحی متلو ہے اور دوسری غیر متلو !

علامہ صاحب نے خبرِ واحد سے عمومِ قرآن کی تخصیص کے موضوع پر واپس لوٹتے ہوئے فرمایا: کہ ایک عورت کا پوتا مر گیا، یہ عورت صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ کیا پوتے کی وراثت میں اس کا حصہ موجود ہے یا نہیں؟ تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا، کتاب اللہ میں تمہارا حصہ موجود نہیں (اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے " يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ ۔ الآية " تلاوت فرمائی) مغیرہ بن شعبہؓ نے جو قریب ہی موجود تھے، فرمایا: " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے " ——— علامہ صاحب نے زوردار الفاظ میں فرمایا کہ "پوائنٹ نوٹ کیجئے" صدیق اکبرؓ قرآنِ مجید میں سے اس عورت کے حصہ کی نفی کر رہے ہیں اور مغیرہ بن شعبہؓ نبی ؐ کا فرمان پیش کر رہے ہیں ——— گویا دونوں کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں!

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، کیا کوئی اور بھی اس بات پر آپ کا گواہ ہے؟ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اٹھ کر گواہی دی تو صدیق اکبرؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کی اس بات کو تسلیم کر لیا (بعد میں جب علامہ صاحب نے حاضرین کو سوالات کرنے کی دعوت دی اور یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ جب خبرِ واحد حجت ہے تو صدیق اکبرؓ کو محمدؓ بن مسلمہ کی گواہی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو علامہ صاحب نے جواباً فرمایا کہ محمدؓ بن مسلمہ کی گواہی کے باوجود یہ خبر، خبرِ واحد ہی ہے کہ خبرِ واحد میں راوی دو کی بجائے تین بھی ہو سکتے ہیں اور جس روایت کے راوی تین ہوں اس کو خبرِ متواتر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا، جبکہ یہاں صرف دو کی بات ہو رہی ہے)

علامہ صاحب نے اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور کی بھی کچھ مثالیں پیش کیں ——— نیز بتایا کہ:

بیٹا باپ کو قتل کر دے تو وہ باپ کی وراثت کا حقدار نہ ہوگا۔ یہ حدیثِ رسول ؐ ہے، جب کہ قرآن مجید میں عمومی حکم موجود ہے کہ بیٹا باپ کا وارث ہوگا ——— لیکن اس حدیثِ رسول ؐ پر تمام

امت کا اتفاق ہے، اور یہ خبرِ واحد ہے جو عمومِ قرآن کی تخصیص کر رہی ہے ـــــ اسی طرح قرآنِ مجید میں ”اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ ـــــ الآیۃ“ کے تحت جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں ایک ایسے مرد پر اس عورت کے حرام ہونے کا ذکر موجود نہیں کہ جس کی پھوپھی یا خالہ اس (مرد) کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو لیکن حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث پر امت کا اجماع ہے کہ ایسی عورت کا نکاح اس مرد سے نہیں ہو سکتا۔

یہی معاملہ آیتِ قرآنی ”وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا“ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عموم کی تخصیص یوں فرمائی کہ ربع دینار کے برابر یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس سے کم میں نہیں ـــــ اور ”اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ“ کے عموم کو بھی آپؐ نے خاص کیا کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلا وطن بھی کیا جائے گا۔ جبکہ شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے گا ـــــ اور یہ سب خبرِ واحد ہیں!

علامہ صاحب نے فرمایا:

اسلام میں اور موجودہ قوانین میں بھی دو آدمیوں کی گواہی پر قاتل کی گردن اڑائی جا سکتی ہے، دو آدمیوں کے کہنے پر ہاتھ کٹ جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض امور میں عادل و منصف شخص کی گواہی موجود ہو اور (دوسری گواہی کے طور پر) وہ قسم کھائے تو اس کی بات مسلّم ہے، حالانکہ یہ بھی خبرِ واحد ہیں۔ تو حدیثِ رسولؐ اگر خبرِ واحد ہو تو اسے حجت تسلیم کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

آخر میں علامہ صاحب نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ خبرِ واحد کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر ایرے غیرے کی بات کو مان لیا جائے، خبرِ واحد وہ حجت ہے جو صحیح ہو اور محدثین کے معیار پر پوری اترتی ہو کیونکہ جھوٹے تو ہزار ہوں تب بھی جھوٹے ہیں۔

نیز یہ کہ:

اس موضوع پر سینکڑوں دلائل میرے سامنے ہیں، لیکن قلتِ وقت کی بناء پر انہیں پیش کرنا ناممکن ہے۔

پروفیسر قاضی مقبول احمد:

موصوف نے ”کتاب وسنت کے باہمی ربط“ کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں نسخ

کے موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہوئے نسخ کے چند اہم اصول بیان فرمائے :

۱۔ نسخ کے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا، یہ موضوع اس قدر اہم ہے، کہ جب تک کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ قرآنِ مجید میں ناسخ آیات کون سی ہیں اور منسوخ کون سی؟ ۔۔۔ کن معاملات میں نسخ ہوتا ہے اور کن میں نہیں ہوتا؛ اس وقت تک اس شخص کو عالم، محدّث یا فقیہ نہیں کہا جا سکتا، جبکہ اکثر علماء ناسخ منسوخ کے بیان میں غلطی کر جاتے ہیں۔

نسخ کا لغوی معنٰی تبدیل کرنا، نقل کرنا، منتقل کرنا، ختم کر دینا یا ضائع کر دینا ہے ۔۔۔ کتاب و سنت کی روشنی میں علماء نے نسخ کا جو معنٰی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شرعی حکم کا اٹھا دینا اور اس کی بجائے کسی دوسرے نئے شرعی حکم کا آ جانا۔

۲۔ نسخ شروع سے چلا آ رہا ہے۔ ایک نبی کی شریعت کو دوسرا نبی منسوخ کرتا رہا ہے، حتٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی پہلے سے موجود تمام شرعی احکام منسوخ ہوئے، ماسوائے ان کے جن کو بدستور بحال رکھا گیا ۔۔۔ نسخ کی ضرورت یوں ہے کہ یہ انسانوں کی اصلاح کا ایک طریق کار ہے، مثلاً ایک خاص ضرورت کے تحت کوئی حکم آیا۔ لیکن جب یہ ضرورت پوری ہو گئی اور اس کی بجائے حالات کے مطابق کسی دوسرے حکم کی ضرورت ناگزیر ہو گئی، تو پہلا حکم اُٹھا لیا گیا اور اس کی جگہ دوسرا حکم جاری کر دیا گیا۔

۳۔(ا) دین کبھی منسوخ نہیں ہوتا اور نہ آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یہ کبھی منسوخ ہُوا ہے ۔۔۔ دین سے مراد اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام فرشتوں، کتبِ الٰہی، حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے۔

(ب) مکارمِ اخلاق میں بھی نسخ نہیں ہوتا، مثلاً سچ بولنا، خندہ پیشانی، خوش اخلاقی وغیرہ۔

(ج) اخبار و واقعات کبھی منسوخ نہیں ہوتے۔ مثلاً یوسفؑ کا واقعہ، اگر اس میں نسخ مان لیا جائے تو لامحالہ اسے غلط اور جھوٹا واقعہ قرار دینا پڑے گا۔

(د) نسخ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک ہے۔ اس کے بعد کوئی محدّث، عالم یا فقیہ کسی چیز کے نسخ کا دعوٰی نہیں کر سکتا، چنانچہ جو مسئلہ کتاب و سنت سے ثابت ہو اور آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک وُہ منسوخ نہیں ہوا، اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ قرآنِ مجید کی ایک آیت کسی دوسری آیت کو منسوخ کر سکتی ہے۔ مثلاً پہلے حکم تھا کہ جس عورت کا خاوند مرجائے، ایک سال عدت گزارے۔ بعد میں اس مدت میں تبدیلی ہوئی اور عدت چار مہینے دس دن ٹھہری۔!

۵۔ قرآنِ مجید سنت کو بھی منسوخ کر سکتا ہے ۔۔۔ مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کرکے آپؐ کا نماز پڑھنا، یہ آپؐ کا عمل ہے، جس کو قرآنی حکم "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" نے منسوخ کیا ہے۔

۶۔ سنت میں بھی نسخ ہو سکتا ہے، مثلاً آپؐ نے فرمایا:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ"

بعد میں آپؐ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

"فَزُوْرُوْهَا!"

کہ "اب ان کی زیارت کر لیا کرو"!

کتاب وسنت کے باہمی ربط کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے فرمایا:

سنت سے کتاب کا تعلق صرف تین طرح کا ہے، کوئی چوتھا تعلق ممکن نہیں۔

(ا) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں صرف قرآنِ مجید کی تائید ہے، مثلاً قرآنِ مجید نے سچ بولنے، جھوٹی شہادت نہ دینے کا حکم دیا ہے، اور سنت میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

(ب) بعض احادیث ایسی ہیں جو قرآنِ مجید کی مجمل آیات کی تفسیر بیان کرتی ہیں، مثلاً قرآنی حکم صلاۃ، زکوٰۃ اور حج کی تفسیر احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(ج) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں ایسے احکام موجود ہیں، جن کے بارے میں قرآنِ مجید خاموش ہے۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ قرآنِ مجید سے ایسے زائد احکام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید ہی کے بیان سے سمجھے ہیں۔

مثلاً آپؐ نے فرمایا: ایک نکاح میں خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ آپؐ نے قرآنِ مجید ہی کے بیان سے سمجھ کر بتلائی ہے ۔۔۔ قرآنِ مجید میں ہے:

"وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ!"

کہ دو دو بہنیں ایک نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں!"

—— اگر دو بہنوں میں سے ایک کو بھائی اور دوسری کو بہن سمجھ لیا جائے، تو چونکہ بھائی اور بہن کا نکاح آپس میں نہیں ہوسکتا، لہٰذا ایسی جتنی بھی صورتیں ہوں گی ان میں یہی اصول (ایک نکاح میں نہ جمع کرنے کا) کار فرما ہوگا —— پھوپھی اور بھتیجی میں سے اگر ایک کو مرد اور دوسری کو عورت تسلیم کر لیا جائے تو چونکہ چچا کا نکاح بھتیجی سے نہیں ہوسکتا لہٰذا پھوپھی اور بھتیجی ایک نکاح میں نہیں جمع ہوسکتیں —— وعلیٰ ہذا القیاس!

—— اسی طرح آپؐ نے وراثت میں دادی کے حصّہ کو قرآنی حکم ماں کے حکم سے سمجھا ہے —— وغیرہ!

اور دوسری رائے یہ ہے کہ:

یہ زائد احکام بھی مستقل سنت اور مستقل احکام ہیں (لیکن یہ قرآنِ مجید کے ناسخ نہیں۔ کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی سنت قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وُہ بالکل موضوع ہے —— اس حدیث کا ذکر مولانا عبدالسلام کیلانی کے خطاب میں مفصّل آرہا ہے)

مثلاً قرآنِ مجید میں یہ حکم موجود ہے کہ جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وُہ اب اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے (اور مطلقہ یا بیوہ ہوجائے) —— "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" القرآن)

—— نکاح سے مراد ایجاب و قبول ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں قرآنِ مجید سے زائد جو مسئلہ بیان فرمایا

وُہ یہ ہے کہ یہاں نکاح سے مراد ایجاب و قبول نہیں بلکہ حقوقِ زوجیت کا قیام —— قاضی صاحب نے بتکرار فرمایا کہ اس میں نسخ کی بات نہیں، حدیث نے صرف قرآنِ مجید کے منشا کو بیان فرمایا ہے اور یہ مستقلاً زائد حکم بھی ہے —— لہٰذا کوئی حدیث نہ تو قرآن کی ناسخ ہے نہ اس کے خلاف!

باقی رہا سنت سے قرآنِ مجید کی تخصیص، تو یہ بھی نسخ نہیں (قاضی صاحب نے علامہ صاحب کے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ) خبرِ واحد تو بہت اونچی چیز ہے، قرآنِ مجید کی تخصیص تو قیاس سے بھی ہوسکتی ہے مثلاً

لونڈی زنا کرے تو اس کی سزا آزاد زانیہ عورت کی سزا سے قرآنِ مجید نے نصف بیان فرمائی ہے، اسی قرآنی حکم سے قیاس کرتے ہوئے غلام اگر زنا کرے تو اس کی سزا کا تعین بھی کیا جاسکتا ہے کہ اسے آزاد زانی مرد سے نصف سزا دی جائے گی ــــ اور اسی پر اجماع ہے، اگرچہ یہ قرآنِ مجید میں موجود نہیں! قاضی صاحب نے رجم کے سلسلہ میں علامہ صاحب کے نقطۂ نظر (کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت کے ذریعے قرآنِ مجید کی تخصیص کی ہے) سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہ تخصیص نہیں، بلکہ قرآنِ مجید میں رجم کا حکم بھی موجود ہے اور کوڑوں کا حکم بھی ــــ رجم کے سلسلہ میں آپ نے سورۂ مائدہ کا حوالہ دیا کہ:

"وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ!"

اس آیت کا شانِ نزول اس حکم کی وضاحت کر رہا ہے، اور اس کے بعد ــــ "وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ" ــــ اور اس کے بعد "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ـ الآیۃ ـ" اس طرف اشارہ ہے کہ رجم کا حکم تورات کے بعد انجیل میں بھی موجود رہا اور خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ (یہاں قاضی صاحب نے یہ وضاحت ضروری سمجھی کہ یہودیوں کے ہاں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا رجم ہی تھی، لیکن امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ غیر شادی شدہ کے لیے اس میں تخفیف کر دی) ــــ اور یہی حال اعضاء اور زخموں کے قصاص کے حکم کا ہے کہ یہ صرف تورات کے حوالے سے قرآنِ مجید میں موجود ہے! جبکہ کوڑوں کی سزا کے سلسلہ میں قاضی صاحب نے سورۂ نور کی آیت کا حوالہ دیا:

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"

قاضی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ان دونوں حکموں کا انطباق کیا ہے، یہاں سنت سے قرآن کی تخصیص نہیں کی ــــ یعنی رجم کی آیت کا مدلول بھی بیان فرما دیا اور کوڑے مارنے والی آیت کا ملزم بھی متعین کر دیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔

قاضی صاحب نے قرآنِ مجید سے سنت کے ان زائد احکام کے ذریعہ قرآنِ مجید کی تخصیص ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرمایا کہ حنفیہ اس کو نہیں مانتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ [illegible]

سے تخصیص ہو سکتی ہے مثلاً حنفیہ دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں (رَجُلٌ وَّ امْرَأَتَانِ۔ قرآنی حکم) کی گواہی کے ہی قائل ہیں۔ لیکن حدیث میں ہے:

"قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاھِدٍ وَّیَمِیْنٍ۔"

کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مالی معاملات میں) ایک گواہ (اور دوسری گواہی کے طور پر اسی گواہ کی) قسم کی بناء پر فیصلہ فرمایا!"

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت برابر ہے، لیکن ایک نے جب گواہ پیش کر دیا تو اس کا پلڑا بھاری ہو گیا!

الغرض (پروفیسر موصوف نے کتاب و سنت میں نسخ کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے علاوہ کتاب و سنت کے باہمی ربط کی تفصیلات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ)

۱۔ حدیث (خبر واحد) قرآن مجید کی موید اور مؤکد ہے۔

۲۔ حدیث قرآنِ مجید کی مفسر ہے اور اس کا معنیٰ و مفہوم متعین کرتی ہے۔

۳۔ یا قرآنِ مجید سے زائد احکام بیان کرتی ہے جو بجائے خود مستقل احکام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا عبدالسلام کیلانی:

مولانا عبدالسلام کیلانی نے اپنے خطاب میں مندرجہ ذیل دو مشہور من گھڑت احادیث کا تحقیقی جائزہ پیش کیا:

- "رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ، مَا اَتَاکُمْ عَنِّیْ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ فَاَنَا قُلْتُہٗ، وَاِنْ خَالَفَ فَلَمْ اَقُلْہُ وَاِنَّمَا اَنَا مُوَافِقٌ کِتَابَ اللّٰہِ وَ بِہٖ ھَدَانِیَ اللّٰہُ!"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو بات تمہارے پاس میرے حوالے سے پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر موافق پاؤ تو میرا فرمان ہے ورنہ نہیں، کیونکہ میں تو کتاب اللہ کی موافقت کرتا ہوں اور اسی سے اللہ مجھے راہ دکھاتے ہیں۔

- کَلَامِیْ لَا یَنْسَخُ کَلَامَ اللّٰہِ وَکَلَامُ اللّٰہِ یَنْسَخُ کَلَامِیْ